ایک تازہ رپورٹ کے مطابق:

''الطاف حسین کو بیرونی عناصر بشمول بھارت سے ہدایات دی جارہی ہیں کہ کراچی کے کاروباری طبقہ کی طرف سے لاکھوں ڈالرمل رہے ہیں۔ الطاف حسین کی امریکی سفارت کار روبن رافیل کے ساتھ بھی کئی ملاقاتیں ہوچکی ہیں۔''

(بحوالہ ''ملی گزٹ ڈاٹ کام'') "US Intentions in Kashmir by Ahmed Kazmi" کے مطابق:

''الطاف حسین کا یہ بھی کہنا ہے کہ لائن آف کنٹرول کو مستقل سرحد قرار دیا جائے۔ جس سے یہ لگ رہا ہے کہ وہ کشمیر پر بھارت اور امریکہ کے مؤقف کی پیروی کررہے ہیں۔ سرد جنگ کے دور کے بعد امریکی پالیسی ساز بڑھتی ہوئی جارحیت کے ساتھ کشمیر میں ڈکسن پلان کو بروئے کار لانا چاہتے ہیں۔ وہ منصوبہ کے مطابق اس خطے میں قدم جمانے کا حتمی ہدف حاصل کرنے کی خاطر کشمیر کو ایک بڑا آپریشن سٹیشن بنانا چاہتے ہیں۔ امریکہ کی اس خطے میں سرگرمیوں کے مطالعہ سے پہلے یہ جان لینا سودمند ہوگا کہ ڈکسن پلان کا تانا بانا کیا ہے؟ اس منصوبہ کے موجد کا نام سراُوون ڈکسن تھا جو کہ ۱۹۵۰ء میں اقوام متحدہ کا نمائندہ برائے بھارت و پاکستان تھا۔ اُس کا منصوبہ یہ تھا کہ کشمیر کو پاکستان اور ہندوستان میں تقسیم کردیا جائے۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے بھی اس منصوبے کی حمایت کی لیکن اسے شروع نہ کیا جاسکا، کیونکہ اُس وقت کے پاکستانی وزیراعظم لیاقت علی خان نے اسے مسترد کردیا تھا۔ امریکی پالیسی سازوں نے اُسی منصوبہ کو کچھ اصلاح کے بعد حالیہ برسوں میں دوبارہ پیش کیا ہے۔ جس کے پہلے مرحلہ میں لائن آف کنٹرول کو بین الاقوامی سرحد تسلیم کو مختلف طرح سے قابل بحث بنایا جارہا ہے۔''

ایک سینئر تجزیہ نگار نے کہا ہے کہ:

''الطاف حسین کی قادیانیوں کے ساتھ حالیہ قربت محض اتفاق نہیں ہے تو وہ کیا کرنا چاہ رہا ہے؟ کراچی میں خانہ جنگی کرانا یا ملک کی معیشت کو مفلوج کرنا چاہتا ہے۔ اگر الطاف حسین یہی راستہ اختیار کرتا ہے تو حکومت پاکستان الطاف کی پاکستان کو سپردگی کے لیے برطانوی حکومت سے مطالبہ کرے اور اُس کے نام نہاد ''بین الاقوامی سیکرٹریٹ کی بندش'' اور ایم کیو ایم کے فنڈز کی جو لندن، دبئی، کینیا، ساؤتھ، افریقہ، تنزانیہ اور کینیڈا وغیرہ میں موجود ہیں۔ بین الاقوامی تحقیقات کے آغاز کا مطالبہ کرے (اور یہ کہے کہ پاکستان کے لیے) بصورتِ دیگر نیٹو اور اتحادی افواج کو محفوظ راستہ دینا، اُن کی اَسی فیصد سپلائی کو بحال رکھنا اور چالیس فیصد تیل کو کراچی پورٹ سے دیا جانا ممکن نہیں رہے گا۔ امریکہ اور اتحادی افواج کو اب دنیا کو بتا دینا چاہیے کہ دراصل اُن کے افغانستان میں کیا عزائم ہیں؟'' (''لندن پوسٹ'' یکم اکتوبر ۲۰۰۸ء)

لالہ ظفر......ایک خوش گفتار دوست

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

بدھ، ۳/ دسمبر ۲۰۰۸ء کی رات ہمارا دوست، ہمارا ساتھی لالہ ظفر بھی ہمیں داغِ مفارقت دے گیا۔ دور...... بہت دور چلا گیا۔ اُس جگہ جہاں جا کر کوئی واپس نہیں آیا۔ جہاں نہ کوئی حسین آگاہی ہے نہ جناح ٹاؤن، نہ ایم ڈی اے روڈ نہ نشتر روڈ...... جہاں صرف ایک ہی روڈ ہے جو اعمال وافعال سے شروع ہو کر جزا وسزا کے موڑ پر ختم ہو جاتا ہے۔ اور جاتے ہوئے ہمارا دوست ہمیں یہ پیغام دے گیا کہ عنقریب تم بھی میرے ساتھ آملو گے کہ:

یہ آدمی کا جسم کیا ہے جس پہ شیدا ہے جہاں　　ایک مٹی کی عمارت ایک مٹی کا مکاں
خون کا گارا بنا اور اینٹ اس میں ہڈیاں　　چند سانسوں پہ کھڑا ہے یہ خیالی آسماں
موت کی پُر زور آندھی جس گھڑی ٹکرائے گی　　دیکھ لینا یہ عمارت خاک میں مل جائے گی

ایک جنازہ جا رہا تھا۔ کسی نے ایک بزرگ سے پوچھا۔ یہ کس کا جنازہ ہے؟ بزرگ نے جواب دیا۔ اپنا سمجھ لو یا میرا کہ ایک دن لوگ اسی طرح ہمارے جنازے کو کندھا دے رہے ہوں گے۔ مساجد سے ہمارے نام کا اعلان ہو رہا ہوگا۔ دوست احباب ہمارے کفن دفن کا انتظام کر رہے ہوں گے اور:

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا جب لاد چلے گا بنجارا

لالہ ظفر نے اپنی ملازمت کا آغاز تعلیمی بورڈ ملتان سے کیا۔ پروفیسر عبدالعزیز بلوچ، لالہ ظفر اور راقم نے ایک عرصہ اکٹھے کام کیا۔ فارغ اوقات میں ادبی مجلسیں جمتیں۔ مذاکرے ہوتے۔ شعر وشاعری کا دور چلتا۔ پروفیسر عبدالعزیز بلوچ کی پہلی کتاب ''عزیزانِ محترم'' اسی دور کی یادگار ہے۔ پھر مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ عبدالعزیز بلوچ گورنمنٹ کالج ملتان چلے گئے اور لالہ ظفر بہاء الدین زکریا یونی ورسٹی ملتان اور پھر وہیں سے ڈپٹی رجسٹرار کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔

ما و مجنوں ہم سبق بودیم در دیوانِ عشق
اُو بصحرا رفت و مادر کوچہ ہا رسوا شدیم

لالہ ظفر ایک اکہرے بدن کے پھرتیلے آدمی، چائے، سگریٹ کے رسیا، کام کے دھنی، دل کے غنی، بات سے بات نکالنے اور بال کی کھال اتارنے والے۔ ٹیلی فون کرتے تو پوچھتے: ''بٹ آل وی'' صاحب ہیں؟''

ایک دفعہ گھر آئے۔ بیٹا (ادیب الرحمٰن) کسی کام کے سلسلے میں اندر آیا۔ سلام کیا۔ تو مجھ سے کہنے لگے: ’’یہ آپ کا لائف بوائے (Life Bouy) ہے؟‘‘

’’داماد‘‘ اور ’’ساس‘‘ کے بارے میں اُن کا خیال تھا کہ یہ داماد اور ساس ہی رہتے ہیں چاہے انھیں اُلٹا ہی کیوں نہ کر دیا جائے۔

زندگی کے جھمیلوں سے پریشان، ایک دن کہنے لگے:

’’اس شیطان لعین کو اللہ تعالیٰ نے کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ ہر فکر سے آزاد کر کے ہمارے پیچھے لگا دیا ہے۔ اس مردود کی شادی کی ہوتی، اس کے دو چار بچے ہوتے، دال روٹی کے چکر میں اسے اپنی پڑی ہوتی۔ پھر دیکھتے ہمیں کیسے گمراہ کرتا ہے۔‘‘

ایک دفعہ بات چل رہی تھی کہ عورت، عورت کو برداشت نہیں کرتی۔ ساس اور بہو، نند اور بھاوج کا جھگڑا ہے، سوتن سوتن کی دشمن ہے۔ کہنے لگے: ’’ہاں! ہاں! بابا آدم جب کام کاج سے گھر واپس آتے تو اماں حوا سب سے پہلے بابا جی کی پسلیاں گنتیں کہ پوری ہیں۔ کہیں کسی اور پسلی سے میری سوتن تو پیدا نہیں ہوگئی۔‘‘

لالہ ظفر اکثر اتوار کو محترم پروفیسر وکیل شاہ صاحب سے ملاقات کے لیے دارِ بنی ہاشم آتے۔ شاہ صاحب کی ذرہ نوازی کہ وہ راقم کو بھی یاد فرماتے۔ چائے کا دور چلتا، سگریٹ کے مرغولوں میں لالہ ظفر اپنے خیالات کا تانا بانا بُنتے۔ ہنستے ہنساتے اور ایسے ہی چلتے چلتے لفظوں کی پھلجھڑی بکھیرتے چلے جاتے۔ سننے والے سر دھنتے۔ اُن کی ذہنی اُپچ کی داد دیتے۔ حیران ہوتے کہ انھیں یہ باتیں کہاں سے سوجھتی ہیں۔

قارئین کی ضیافتِ طبع کے لیے اُن کی طرف سے کیا گیا انگریزی الفاظ کا تھوڑا سا تجزیہ جو ماہنامہ ’’نقیب ختم نبوت‘‘ ملتان میں ’’چیدہ پچیدہ‘‘ کے عنوان سے چھپتا رہا۔ اُن کی یاد کے طور پر یہاں نقل کیا جاتا ہے:

جانڈس:	(جان ڈس۔ یرقان) جان کو ڈسنے والا مرض
Mangoes:	(مَین گوز) آدمی جاتا ہے
مَیچور:	جس میں مَے چوری کی سمجھ بوجھ ہو
وی سی آر:	(ویری کلوز ریلیٹو) قریبی رشتہ دار
وی سی پی:	(وائس چانسلر پریزنٹ) حاضر سروس چانسلر
اے آر ڈی:	(اڑاند کا مخفف) اس کا مطلب ہے رکاوٹ
ایم ڈی اے:	(مُردہ) یہاں کبھی مردہ خانہ تھا۔ اب ملتان ترقیاتی ادارہ ہے
ورڈ بینک:	(لفظوں کا بینک) صرف لفظوں سے کام لینے والا